© rasailojaraid.com

مشرقی پاکستان کے صوفیائے کرام

حضرت پیر شاہ دولہؒ اور ان کی اولاد

وقار راشدی ایم اے

تاریخ اور تذکروں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مشرقی پاکستان میں عربوں کی آمد سے لے کر تاحال ہر دور میں صوفیائے کرام، اولیائے عظام، سلاطینِ طریقت و شریعت اور ماہرینِ علم و عرفان کارواں در کارواں آتے رہے اور اپنی اپنی فکر و نگاہ، ریاضات و کرامات کے مطابق دینی و دنیاوی علوم و فنون، تعلیماتِ اسلامی و پیغاماتِ الٰہی سے اہلِ مشرق کے ذہنوں کو بیدار اور قلوب کو منور کرتے رہے۔ انہیں بزرگانِ دین و اکابرِ اسلام میں حضرت پیر شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی و اسمِ گرامی تاریخِ تصوف میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

آپ کا اصل نام مولانا شاہ معظم دانشمند اور لقب پیر شاہ دولہ رح تھا۔ آپ تبلیغِ اسلام کے سلسلہ میں سنہ ۱۵۱۹ء میں بغداد سے شہنشاہ ہند جلال الدین محمد اکبر کے زریں عہد میں مشرقی پاکستان تشریف لائے۔ اس وقت سلطان نصیر الدین نصرت شاہ غازیؒ کا دورِ حکومت تھا (۱۵۱۸ء تا ۱۵۸۰ء) نصرت سید علاء الدین حسن شاہ کا بیٹا تھا۔ حسن شاہ بنگال کا نامور فرماں روا گزرا ہے۔ وہ ایک جلیل القدر علم دوست اور صاحبِ فضل و کمال حاکم

لہ پوربو پاکستانیر صوفی سادھک - ڈاکٹر غلام ثقلین ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا۔ اس کے دورِ حکومت میں علم و ادب نے بہت ترقی کی۔ بنگال کی سرزمین حضرت پیرشاہ دولہؒ کے لئے اتنی دامن گیر واقع ہوئی کہ آپ نے ضلع راجشاہی کے ایک پُر فضا و پُرسکون گاؤں باگھہ میں سکونت اختیار کی اور وہاں آخری دم تک رشد و ہدایت کی شمع روشن رکھی۔

باگھہ غلام پور سے ۲ میل اور راجشاہی سے ۲۵ میل کے فاصلے پر جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ باگھہ سے صرف ۲ میل دُور دریائے پدما موجزن ہے۔ یہ مقام عمدہ اور لذیذ آم کیلئے مشہور ہے اس کا ذکر سیر المتاخرین اور عبداللطیف کے روزنامچے میں بھی ملتا ہے عبداللطیف ۱۶۰۹ء میں حاکم بنگالہ خواجہ ابوالحسن عرف آصف خان (والد ممتاز محل) کے طلب کرنے پر بنگال آئے تھے اور انہوں نے یہاں کے بیشتر مقامات و چشم دید واقعات کی روئداد اپنے روزنامچے میں بالتفصیل قلمبند کی تھی۔

حضرت مولانا شاہ معظم دانشمند عرف پیر شاہ دولہؒ نے ۱۵۲۳ء مطابق ۹۳۰ھ میں باگھہ میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی جس میں آپ شب و روز "ذکرِ محمد" اور "فکرِ خدا" میں مصروف رہتے۔ مسجد کی پوری لمبائی چالیس محرابوں پر محیط ہے۔ مسجد کے اندر چار پتھر والے ستون ہیں۔ یہ تمام محرابیں ستون اور دیواروں پر قائم ہیں۔ مسجد کی مغربی دیوار میں امام کی جگہ قیمتی پتھروں اور جواہرات سے آراستہ ہے۔ دیواریں سات فٹ چوڑی ہیں۔ چاروں طرف دیواروں پر جو نقش و نگار ہیں وہ فنِ خطاطی کا اعلیٰ نمونہ اور شاہکار ہیں۔ جب حضرت شاہ دولہؒ کی شہرت حاکم وقت نصرت شاہ کے کانوں تک پہنچی۔ وہ ۱۵۲۳ء میں سراپا اشتیاق بن کر آپ کی زیارت کو حاضر ہوا اور آپ کے روحانی کمال اور مسجد کی عظمت کا دل سے اعتراف کیا۔ چنانچہ نصرت شاہ کی بعض تحریروں میں جہاں حضرت شاہ دولہؒ کا ذکرِ خیر ملتا ہے وہاں مسجد کا تذکرہ بھی پایا جاتا ہے۔

مسجد کے شمالی حصے میں تین گنبد ہیں یہ دراصل ان دارو غۂ تعمیرات کے مقبرے ہیں جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر میں اپنے فن کے جوہر دکھائے تھے۔ مسجد کے آس پاس ان حضرات کی ابدی آرام گاہیں ہیں جو باگھہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایک خط مورخہ ۱۲ اپریل ۱۸۷۳ء میں اس وقت کا انگریز ریزیڈنٹ رقمطراز ہے کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چونکہ جائداد کا وارث نابالغ ہے اس لئے جاگیر کا انتظام عدالت دیوان کے ہاتھ میں ہے۔ ۱۸۹۷ء کے زلزلے نے اس خوبصورت مسجد کی عمارت کو سخت نقصان پہنچایا۔ مسجد کی دائیں جانب دیواریں اب تک صحیح سلامت کھڑی ہیں سامنے کی دیوار اور چھت منہدم ہوگئی ہے۔"

بعض انگریز مورخین کا خیال ہے کہ باگھہ کی مسجد گور کی تانتی پاڑہ والی مسجد کے نمونہ پر بنائی گئی ہے۔ باگھہ کی مسجد آثار قدیم میں شامل کرلی گئی ہے اور اس کی نگہداشت سرکاری طور پر کی جاتی ہے۔ جس تالاب کے کنارے یہ مسجد ہے اس کی لمبائی ایک میل ہے اور چوڑائی چھ سو فٹ ہے۔ اس تالاب کی کھدائی غالباً مسجد کی تعمیر ہی کے وقت ہوئی تھی۔ ۱۶۱۵ء کے ایک فرمان کی رُو سے مولانا عبدالوحید کے کنبہ کے لئے ۴۲ گاؤں ملے۔ جن کی سالانہ آمدنی ۸ ہزار روپے تھی یہ ۴۲ گاؤں رفیقی ریاست کے نام سے مشہور تھے۔ مولانا رفیق (عبدالوحید کے بیٹے اور عبدالحمید دانشمند کے پوتے) اس گاؤں کے بانی تھے۔ مولانا رفیق کا مزار مسجد کے شمال میں واقع ہے، قریب ہی چھوٹا سا قبرستان ہے جس میں بغداد کے دو بزرگ مدفون ہیں۔ ۱۸۰۹ء میں گورنر جنرل کی جاری کردہ سند سے اس ریاست کے حقوق و مراعات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ۱۸۳۰ء میں راجشاہی کے کلکٹر نے اس ریاست کی آمدنی کا تخمینہ تیس ہزار روپے لگایا تھا۔

باگھہ سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر ایک قصبہ ہے جو مخدوم پور کے نام سے مشہور ہے اس علاقے میں ضلع راجشاہی کے سب سے بڑے پرگنہ لشکر پور کے جاگیردار اللہ بخش برخوردار رہتے تھے ان کی جاگیر کی سالانہ آمدنی تین لاکھ ساٹھ ہزار روپے بیان کی گئی ہے یہ جاگیر انہیں بنگال کے معروف حکمران سید علاؤالدین حسن شاہ نے خدمات کے صلے میں عطا کی تھی۔ اللہ بخش برخوردار لشکری جاگیردار ہونے کے باوجود ایک زاہد و متقی آدمی تھے، انہیں حضرت پیر شاہ دولہ رح سے غیر معمولی عقیدت ہوگئی تھی وہ برابر ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور ان کی عبادت و ریاضت کے دل ہی دل میں قائل ہوتے، آپ کی صاف باطنی، نیک طینتی، بلند نفسی اور زہد و تقویٰ سے اس قدر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی دختر نیک اختر زیب النساء کی شادی کا پیغام آپ کی خدمت میں بھیجا جسے آپ نے قبول فرمالیا۔ حضرت شاہ دولہ رح کے روحانی فیضان اور کرامتوں کے تذکرے بنگلا زبان کی تاریخ تصوف میں ملتے ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں صرف ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس سے حضرت شاہ دولہ رح کی شان درویشی اور عظمت فقر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ اُس زمانے کا ذکر ہے جب شاہجہاں ولیعہد تھا اور اس نے اپنے باپ جہانگیر کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ شاہجہاں آگرہ، دہلی، بلوچ پور، مالوہ، دکن، گجرات اور تلنگانہ سے ہوتا ہوا ۱۶۲۴ء میں بنگال پہنچا[1] پہلے شاہجہاں کو شہزادہ پرویز اور مہابت خان نے شکست دی لیکن اس نے جدوجہد جاری رکھی اور ڈھاکہ کی طرف بڑھا۔ راستے میں اس نے باگھہ میں قیام کیا۔ دوران قیام شاہجہاں نے اپنے چند خادموں کو بھیجا کہ قریب کے کسی گھر سے آگ لے آئیں، جب وہ خادم جنگلوں میں پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں ایک سوسالہ سفید ریش بزرگ مصلیٰ بچھائے یاد الٰہی میں منہمک ہیں آپ کے آشانہ کے چاروں طرف آگ جل رہی ہے اور آس پاس سے شیر کے گرجنے کی دہشت انگیز آواز آرہی ہے، ہُو کا عالم، بھیانک جنگل، ہر سو سناٹا، ہیبت ناک سماں۔ وہ لوگ مارے خوف وہراس کے آگ تو کیا لیتے اُلٹے پاؤں اپنے خیمے میں بھاگ آئے۔ اور شاہجہاں سے سارا احوال کہہ سُنایا شاہجہاں فقیر موصوف کی خدمت میں کورنش بجالایا اور بنگال میں آنے کی غرض وغایت بیان کرنے کے بعد ہدایت کا طالب ہوا کہ اُسے (شاہجہاں کو) اپنے باپ (جہانگیر) کے خلاف مہم میں شریک ہونے کیلئے ڈھاکہ جانا چاہیئے یا توقف کرنا چاہیئے۔ "بندۂ خدا" نے فرمایا کہ ایک دن ٹھہرنا مناسب ہوگا۔ وہ درویش کی ہدایت پر ایک دن باگھہ میں ٹھہر گیا۔ کرشمہ دیکھئے کہ جب شاہجہاں اپنے خیمے میں لوٹا تو اسے یہ خوشخبری ملتی ہے کہ لڑائی ختم ہوچکی اور شاہجہاں کی فوج غالب آئی، شاہجہاں حاکم بنگالہ ابراہیم خاں کی

۱؎ A new History of India By Ishwari Prashad.

© rasailojaraid.com

سرکوبی کیلئے بنگال آیا تھا اس جنگ میں ابراہیم خاں مارا گیا۔

اس واقعہ سے شاہجہاں اتنا خوش ہوا کہ اس نے حضرت شاہ دولہ کی خدمت میں جاگیر بطور نذرانہ پیش کرنے کی اجازت چاہی لیکن آپ نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔

"بابا! فقیروں کو دھن دولت سے کیا واسطہ؟" اور آپ نے ہدایت کی کہ اپنے باپ کے پاس لوٹ جائے شاہجہاں خاموشی سے واپس چلا گیا اور جہانگیر سے اس کی صلح ہوگئی۔ شاہجہاں ۱۶۲۸ء میں تخت نشین ہوا اس لئے جو جاگیر حضرت شاہ دولہ رح کی خدمت میں پیش کرنا چاہی تھی اسے ۱۶۲۹ء میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحمید دانشمند جو اس وقت کم سن تھے، کے نام سے منسوب کردی اس جاگیر سے آٹھ ہزار روپے کی آمدنی تھی۔

حضرت پیر شاہ دولہ رح نے سو سال سے زیادہ کی عمر پائی۔ آپ نے تین عظیم مغل شہنشاہ اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں کا آفتابِ حکومت طلوع و غروب ہوتے دیکھا آپ کا مزارِ مقدس باگھہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے ہر سال عیدالفطر کے دوسرے روز یہاں شاندار میلہ لگتا ہے جس میں دُور دُور سے لوگ آتے ہیں اور درگاہ مبارک کی زیارت سے روحانی مسرتیں حاصل کرتے ہیں۔

آپ کی درگاہ شریف کے آس پاس ان فرزندانِ توحید کے مقبرے ہیں جو آپ کی اولاد میں سے ہیں اور جن کے فیضان نے کفر کی تاریکی کو ایمان کی روشنی سے بدل دیا۔ حضرت پیر شاہ دولہ رح کی اولاد میں کئی مشائخ اسلام اور صوفیائے کرام پیدا ہوئے ان میں آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا عبدالحمید دانشمند ایک بلند بزرگ گزرے ہیں حضرت عبدالحمید دانشمند دینی و دنیاوی علوم سے بہرہ ور تھے آپ نے اپنے علم و عرفان کے ذریعہ اسلام کی بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ نے باگھہ میں ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جو علم و معرفت کا گہوارہ بن گیا علوم اسلامیہ کیلئے یہ درسگاہ پورے متحدہ بنگال میں مشہور تھی خصوصاً قرآن و فقہ کی تعلیم کیلئے مستند سمجھی جاتی تھی۔

© rasailojaraid.com

رسی قاری تربیت پاتے تھے۔ چنانچہ بنگال کے گوشے گوشے سے شیدائیانِ دینی،
علم اسی مدرسہ دینیہ سے مستفیض و فیضیاب ہوتے۔ حکومت کی نظر میں بھی
سے کی اس قدر اہمیت تھی کہ حکومت کی ہدایت پر اس وقت کے ریزیڈینٹ
نے ۱۸۴۳ء میں باگھ مدرسے کی تعلیمی رپورٹ مرتب کی جس کی بنیاد پر اس
حکومت کی سرپرستی بھی حاصل رہی۔

دالطیف اپنے روزنامچہ میں لکھتا ہے:

ہم لوگوں نے دو ماہ علی پور میں قیام کیا یہاں سے چند گام کے فاصلہ باگھ
ملک نام کے دو گاؤں ہیں۔ باگھ میں تقریباً سو سال کی عمر کے ایک بزرگ
داد میاں رہتے ہیں، اس گاؤں کے قلب میں پانی سے بھرا ہوا ایک
ب بھی ہے۔ تالاب کے چاروں طرف اسی بزرگ ہستی کے لڑکے اور
ارثوں کے مکانات ہیں۔ ہو داد میاں کے مکان میں مدرسۂ علوم قائم ہے
درسہ کی دیواریں مٹی کی ہیں اوپر گھاس پوس کی چھت ہے، مدرسے میں
بار کی بھاری تعداد اکتساب علم میں مشغول رہتی ہے۔ تالاب کے
نارے آم اور کٹھل کے درخت ہیں، یہ درخت پھلدار بھی ہیں اور

علی پور دریائے پدما کے کنارے واقع ہے اور اسے بھی پرگنہ سشکر پور میں شامل
ہے۔ چونکہ سشکر پور کے پٹھان جاگیرداروں نے بغاوت کی تھی اس لئے
سنگھ نے یہ پرگنہ پتھیا کے زمیندار پتمبر کو دیدیا تھا۔ ۴۶۵ مربع میل کا یہ
باً ضلع راجشاہی کا سب سے بڑا پرگنہ ہے۔ علی پور سترھویں صدی میں
مقام تھا۔ پٹھان سرداروں کے ساتھ جب مہم جاری تھی تو اس وقت اسلام
علی پور کو اپنی قیام گاہ بنالیا تھا۔ بہارستان غیبی اور دوسری کتابوں سے
ہے کہ بارہا فوجی اور جنگی ضروریات کیلئے سپاہیوں نے علی پور کو اپنی
ر مرکز بنایا تھا۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سایہ دار بھی۔ گاؤں کے چاروں طرف پر فضا سبزہ زار ہے۔ یہی علاقہ ہوا دامیاں کو پیش کیا گیا تھا۔ یہ علاقہ شور و شغب اور زندگی کے ہنگاموں سے دور ہے اور کیسے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان علاقوں میں پُرسکون زندگی بسر کرتے ہیں وہ سب سے محبت کرتے ہیں اور دوسرے بھی ان سے بہت مانوس ہیں۔

ان کا اصل نام عبدالحمید دانشمند تھا لیکن وہ ہوا دامیاں کے نام سے مشہور تھے۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ عبداللطیف کی ملاقات عبدالحمید دانشمند سے ہوئی تھی یا ان کے صاحبزادے عبدالوحید سے ہوئی تھی۔ عبدالوحید کے بیٹے شاہ محمد رفیق (یعنی عبدالحمید دانشمند کے پوتے) نے آدھی جاگیر وقف کر دی تھی۔

وقف کے مہتمم کو رئیس کہتے تھے۔ مسجد مدرسہ اور مسافر خانہ کی نگرانی اور انتظام رئیسی کے فرائض میں داخل تھا۔

شاہ محمد رفیق کے بیٹے معین الاسلام، شمس الاسلام، شریف الاسلام، شریف الاسلام کے بھائی فصیح الاسلام، فصیح الاسلام کے بیٹے فیض الاسلام ہوئے۔ فیض الاسلام کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لئے ان کے داماد نور عالم چھٹے رئیس مقرر ہوئے۔ ساتویں رئیس نور عالم کے لڑکے خوندکار عبدالرشید ہوئے۔

۱۸۰۵ء میں شاہ محمد رفیق رئیس اوّل کے پڑپوتے مشعرالاسلام نے کلکتہ کی دیوانی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور فیصلہ کے مطابق خوندکار عبداللہ کو مشعرالاسلام رئیس بنائے گئے۔ پھر مشعر کے دو بیٹے مظفرالاسلام اور رئیس الاسلام کے بعد دیگر رئیس بنے۔ عزیزالاسلام کے بعد ان کے بیٹے تیغ الاسلام جانشین ہوئے۔ فیخ الاسلام کے بیٹے رئیس الاسلام بارھویں رئیس تھے۔ باگھ کے رئیسوں کی بڑی عزت و وقعت تھی۔

باگھ کے رئیس خاندان کے افراد زیادہ تر شہر میں آباد ہیں۔

© rasailojaraid.com